مولانا وحید الدین خاں

# عورت کے بارہ میں

اسلام کی بنیاد دو باتوں پر ہے اللہ کا خوف اور انسانوں کا احترام۔ اس کا حکم دیتے ہوئے قرآن میں ارشاد ہوا ہے :-

یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالاً کثیراً ونساء۔ واللہ الذی تساءلون بہ والارحام۔ ان اللہ کان علیکم رقیباً۔ (النساء)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیے اور تم اللہ سے ڈرو جس کے واسطہ سے تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور قرابتوں کے باب میں بھی۔ بیشک اللہ تمہارے اوپر نگران ہے

اس آیت میں خلق منہا زوجہا (خدا نے اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا) کا مطلب بعض لوگوں نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور اس کے بعد اس کے جسم سے ان کی ایک پسلی نکال کر ان کی بیوی حوا کو بنایا۔ مگر یہ تشریح نہیں۔ یہ بائبل کی بات ہے نہ قرآن کی بات۔

بائبل میں حضرت حوا کی پیدائش کے بارے میں اسی قسم کی روایت آئی ہے۔ ہم یہاں بائبل کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔

اور خداوند خدا نے آدم پر گہری نیند بھیجی اور وہ سو گیا۔ اور اس نے اس کی پسلیوں میں سے ایک کو نکال لیا۔ اور اس کی جگہ گوشت بھر دیا۔ اور خداوند خدا اس پسلی سے جو اس نے آدم میں سے نکالی تھی ایک عورت بنا کر اسے آدم کے پاس لایا اور آدم نے کہا کہ یہ تو اب میری ہڈیوں میں سے ہڈی اور میرے گوشت میں سے گوشت ہے اس لئے وہ ناری کہلائے گی کیونکہ وہ نر سے نکالی گئی ہے۔ (پیدائش ۲-۲۱-۲۳)

بائبل کی یہی روایت ہے جسے بعد کے کچھ لوگوں نے قرآن کی تفسیر میں داخل کر دیا۔ اور اس کی روشنی میں قرآنی

آیت کی تشریح کرنے لگے مگر یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ بائبل ایک محرف کتاب ہے اس میں پیغمبروں کے کلام کے ساتھ عام انسانی کلام کی آمیزش ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے بیان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ اس کی روشنی میں قرآنی آیت کی تشریح کرنا درست ہے۔

قرآن کی مذکورہ آیت میں جو لفظ ہے یا کسی بھی دوسری آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حوا کو آدم کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔ قرآن کی مذکورہ آیت میں جو لفظ ہے وہ منہا (اس سے) ہے نہ کہ من ضلع آدم (آدم کی پسلی سے) چنانچہ محقق مفسرین نے منہا سے مراد من جنسہا لیا ہے۔ یعنی نفس واحدہ (آدم) کی جنس سے نہ یہ کہ خود آدم کے اپنے جسم سے۔ ابو مسلم اصفہانی اور بعض دوسرے مفسرین سے یہی قول نقل ہوا ہے اور یہی قرآنی الفاظ کے مطابق ہے۔

القول الثانی ما هو اختیار ابی مسلم الاصفهانی ان المراد من قوله وخلق منها زوجها ای من جنسها تفسیر کبیر و یحتمل ان یکون المعنی من جنسه لا من نفسه حقیقته۔

منہا کو من جنسہا کے معنی میں لینے کی تائید بعض دوسری آیتوں سے ہوتی ہے۔ قرآن میں نفس کا لفظ بار بار جنس کے معنی میں آیا ہے۔ اس طرح یہ دوسری آیتیں سورۂ نساء کی مذکورہ آیت کی نہایت واضح تشریح کر رہی ہیں۔ یہاں ہم چند آیتیں نقل کرتے ہیں۔

واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا (النحل ۷۲)

اور اللہ نے تم میں سے تمہارے لئے بیویاں بنائیں۔

ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا۔ (الروم ۲۱)

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں بنائیں تاکہ تم سکون حاصل کرو۔

فاطر السماوات والارض جعل لکم من انفسکم ازواجاً ومن الانعام ازواجاً (الشوریٰ)

وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے جوڑے بنائے اور اسی طرح مویشیوں میں سے جوڑے بنائے۔

ان آیتوں پر غور کیجئے ان میں عام مردوں کی ازواج (بیویوں) کے لئے بھی عین وہی لفظ آیا ہے جو سورۂ نساء کی آیت میں حضرت آدم کی زوج (بیوی) کے لئے آیا ہے۔ اس کے مطابق حوا کو جس طرح آدم کے "نفس" سے پیدا کیا گیا۔ اسی طرح دوسرے تمام مردوں کی بابت ارشاد ہوا ہے کہ ان کی بیویوں کو ان کے " انفس "

سے پیدا کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ ان دوسری آیتوں کے یہ معنی نہیں لئے جا سکتے کہ ہر مرد کی بیوی اس کے اپنے جسم کے اندر سے نکالی گئی ہے۔ یہاں لازمی طور پر اس کو جنس کے معنی میں لینا ہوگا۔ یعنی یہ کہ اللہ نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے تمہاری عورتیں بنائیں تاکہ وہ تمہارے لئے حقیقی معنوں میں رفیق زندگی بن سکیں۔

جس طرح عام آدمیوں کی بیویاں ان کی ہم جنس ہیں نہ کہ حیاتیاتی معنوں میں ان کے جسم کا حصہ۔ اسی طرح حضرت آدم کی بیوی (حوا) بھی ان کی ہم جنس تھیں۔ وہ آدم کے جسم کے اندر سے نکالی نہیں گئیں۔ اللہ نے آدم کی طرح ان کی بیوی کو بھی اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ جس طرح اس نے عام مردوں کی طرح ان کی عورتوں کو اپنی قدرت خاص سے پیدا فرمایا ہے۔

احادیث: اب ایک سوال ان احادیث کا ہے جو اس سلسلہ میں نقل کی جاتی ہیں اور جن میں صراحۃً ضلع (پسلی) کا لفظ آیا ہے۔ اس سلسلے میں پہلی بات یہ ہے کہ ان احادیث آدم و حوا کی تخلیق کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ وہ عام عورتوں کے بارے میں ہیں یعنی ان احادیث میں ہر عورت کی تخلیق نوعیت کا ذکر ہے۔ نہ کہ مخصوص طور پر حضرت حوا کی تخلیقی نوعیت کا ذکر۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

استوصوا بالنساء خیرا فانھن — عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ کیوں کہ

خلقت من ضلع (تفسیر مظہری) — وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ عورت واقعی پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ کیونکہ پورے فقرہ کے ساتھ اس کا کوئی جوڑ نہیں۔ حدیث کا مدعا عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید کرتا ہے۔ اس لئے اس کی وہی تشریح درست ہو گی جو اصل مدعا کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔

"عورتیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں" کا فقرہ یہاں مجازی معنوں میں ہے نہ کہ حقیقی معنوں میں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کا معاملہ پسلی جیسا معاملہ ہے۔ وہ پسلی کی مانند ہیں چنانچہ دوسری روایت میں خود حدیث میں یہ صراحت موجود ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پسلی کی مانند ہے اگر تم اس کو سیدھا کرو گے تو تم اس کو توڑ دو گے۔ (بخاری کتاب النکاح، مسلم کتاب الرضاع)

بخاری و مسلم کی اس روایت میں واضح طور پر کالضلع کا لفظ ہے یعنی یہ کہ عورت پسلی کی مانند ہے نہ یہ کہ خود پسلی سے بنائی گئی ہے۔ پسلی کی مانند ہونے کا مطلب کیا ہے؟ یہ بھی صراحۃً حدیث میں موجود ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو تم اس کو توڑ دو گے۔

"عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے" اور "عورت پسلی کی مانند ہے" دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ یہ صرف ادبی اسلوب کا فرق ہے، نہ کہ حقیقت کا فرق۔ ہر زبان میں یہ اسلوب عام ہے۔ کہ جب تشبیہ میں شدت پیدا کرنا مقصود ہو تو "مثل" کا لفظ حذف کر دیتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کی بہادری بتانے کے لئے کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ شیر کی طرح ہے اور جب اس بات کو زیادہ زور دے کر کہنا ہو تو کہہ دیتے ہیں کہ "وہ شیر ہے" جیسے میر انیس نے کربلا کے میدان کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہا ہے ع

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

عورت کے بارے میں نفسیات اور حیات کا علم بتاتا ہے کہ وہ "صنف نازک" ہے۔ وہ مرد کے مقابلہ میں کمزور اور نازک ہوتی ہے۔ اس کے مزاج میں انفعالیت ہے چنانچہ کسی واقعہ سے وہ بہت جلد متاثر ہو جاتی ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو ہر آدمی جانتا ہے خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ۔ ہر باپ جانتا ہے کہ بیٹے سے سختی کی جا سکتی ہے مگر بیٹی کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ شدت کا تحمل نہیں کر سکتی۔ چنانچہ خودکشی کے اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتیں زیادہ خودکشی کرتی ہیں۔ وہ ایک معمولی واقعہ سے متاثر ہو کر خودکشی کر سکتی ہیں یا ذہنی اختلال کا شکار ہو کر رہ جاتی ہیں۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کو حدیث میں تمثیل کے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ آدمی کے سینے میں پسلی کی ہڈیاں کس قدر خم دار ہوتی ہیں۔ ان کا خمدار رہنا ہی مصلحت کے مطابق ہے۔ کوئی ڈاکٹر ایسا نہیں کرتا کہ اپریشن کے ذریعہ ان پسلیوں کو سیدھا کرنے کی کوشش کرے۔

اسی معلوم واقعہ کی مثال دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ ان کی فطرت کے مطابق پیش آؤ۔ عورتوں سے معاملہ کرتے ہوئے ہمیشہ یہ ذہن میں رکھو کہ عورتیں فطری طور پر نازک اور جذباتی ہوتی ہیں۔ اللہ نے مخصوص مصالح کے تحت انہیں بالارادہ ایسا ہی بنایا ہے اس لئے تم ان کے ساتھ نرم برتاؤ کرو۔ کوئی بات بتانا ہو تو نرمی اور خوش اسلوبی کے ساتھ بتاؤ اگر تم ان کے ساتھ سختی کرو گے تو ان کی شخصیت ان کا تحمل نہ کر سکے گی۔ ان کا دل اس طرح ٹوٹ جائے گا جس طرح پسلی سیدھا کرنے سے ٹوٹ جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار سفر میں تھے کچھ خواتین اونٹ پر بیٹھی ہوئی چل رہی تھیں ساربان نے اونٹ کو تیز چلانا چاہا۔ اونٹ جب تیز چلتا ہے تو مسافر کا جسم کافی ہلنے لگتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساربان کو منع فرمایا رفقا بالقوارير رشیشہ کے برتنوں کے ساتھ نرمی کرو۔

<u>جدید تحقیقات</u>| موجودہ زمانہ میں خالص علمی طور پر یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان بنیادی پیدائشی فرق پائے جاتے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (۱۹۸۴ء) میں خواتین کی حالت پر ایک مفصل

مقالہ لکھا ہے۔ اس مقالہ کا ایک ذیلی عنوان یہ ہے ۔

(مرد اور عورت کے فرق کا علمی مطالعہ) مقالہ کے اس حصہ میں مقالہ نگار نے دکھایا ہے کہ جدید تحقیقات ثابت کرتی ہیں کہ عورت اور مرد کے درمیان پیدائشی بناوٹ کے اعتبار سے فرق پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ :-

اوصاف شخصیت کے اعتبار سے آدمیوں کے اندر جارحیت اور غلبہ کی خصوصیت زیادہ پائی گئی ہے ان میں حاصل کرنے کا جذبہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں عورتیں سہارا چاہتی ہیں۔ ان کے معاشرہ پسندی کا رجحان زیادہ ہوتا ہے اور ناکامی کی صورت میں مردوں کے مقابلہ میں وہ زیادہ آسانی سے بے ہمت ہو جایا کرتی ہیں۔

اس سلسلہ میں موجودہ زمانہ میں بے شمار تجربات کئے گئے ہیں۔ مثلاً امریکہ میں ایک تجربہ یہ کیا گیا کہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی کا انتخاب کیا گیا۔ دونوں کم عمر تھے اور ابھی بولنے کی عمر کو نہیں پہنچے تھے تاہم ان کی جسمانی صحت یکساں تھی۔ دونوں کو الگ الگ کٹہرے میں رکھ کر نکلنے کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد لڑکی رونے لگی جب کہ لڑکے نے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار کر اندازہ کرنا شروع کر دیا کہ کیا کسی طرف سے نکلنے کا راستہ ہے۔

اسی طرح ایک اور تجربہ میں پایا گیا کہ ۱۲ ماہ کی لڑکیاں کسی اجنبی کمرہ میں ہوں اور انہیں خوفزدہ کیا جائے تو وہ اپنی ماؤں کی طرف بھاگتی ہیں جب کہ اسی عمر کے لڑکے کچھ کرنے کی راہ تلاش کرتے ہیں۔

نیویارک یونیورسٹی میں ریسرچ کرنے والوں نے دیکھا کہ ایک لڑکی اگر بوتل پینے میں مشغول ہے تو وہ اس وقت پینے سے رک جاتی ہے جب کہ کوئی شخص کمرے میں آتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کے برخلاف ایک لڑکا کسی آنے والے پر کوئی دھیان نہیں دیتا وہ اپنا کام بدستور جاری رکھتا ہے۔

ماہرین نے بتایا کہ عورت اور مرد کے تمام فرق ان کے جین کے اندر پائے جاتے ہیں نہ کہ سماجی حالات میں عورتوں کے اندر انفعالیت کا سبب ان کے مخصوص ہارمون ہیں۔ میل ہارمون اور فیمیلی ہارمون میں یہ فرق پیدا کرنے کے لئے بالکل آغاز سے موجود رہتا ہے (ٹائم میگزین نیویارک ۲۰ مارچ ۱۹۷۲ء)

اسلام دین فطرت ہے اس کے تمام احکام فطری حقیقتوں پر مبنی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فطری تقاضوں کو قانونی صورت دینے کا دوسرا نام شریعت ہے۔ عورت کے بارے میں اسلام کی تعلیمات بھی اسی بنیادی اصول پر مبنی ہیں۔ نفسیات اور حیاتیات اور عضویات میں موجودہ زمانہ میں جو تحقیقات ہوئی ہیں وہ ثابت کرتی ہیں کہ مرد کے مقابلہ میں عورتیں فطری طور پر منفعل مزاج ہوتی ہیں۔ مخصوص معاشرتی مصالح کی بنا پر خالق نے ان کو نسبتاً نازک پیدا کیا ہے۔

یہی وہ فطری حقیقت ہے جس کی رعایت اسلامی تعلیمات میں رکھی گئی ہے۔ اس بنا پر اسلامی شریعت میں یہ حکم دیا گیا ہے۔ عورتوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو، تاکہ وہ بے حوصلہ نہ ہوں۔ تاکہ وہ دل شکنی سے محفوظ رہیں۔ اور زندگی میں اپنے مخصوص فرائض کو بخوبی طور پر ادا کر سکیں۔ عورتیں لوہے کی مانند ہیں کہ ان پر ٹھونک پیٹ کا کوئی اثر نہ پڑے۔ وہ پسلی کی مانند ہیں۔ وہ فطرۃً جیسی ہیں ویسے ہی انہیں رہنے دو۔ اگر تم ان کے ساتھ لوہے جیسا برتاؤ کروگے۔ تو تم ان کی شخصیت کو توڑ دوگے۔

**خلاصہ** سورہ نساء کی آیت (خلق منہا زوجہا) کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جس جنس سے آدم کو بنایا اسی جنس سے اس نے آدم کے جوڑے (حوا) کو بھی بنایا تاکہ دونوں میں موافقت رہے اگر ایسا ہوتا کہ دونوں دو الگ الگ جنس ہوتے۔ مثلاً ایک آگ سے بنایا جاتا اور دوسرا مٹی سے، تو دونوں کے درمیان باہمی توافق نہ ہوتا۔ پھر نہ خاندانی زندگی میں سکون پایا جاتا اور نہ یہ ممکن ہوتا کہ دونوں مل کر مشترکہ جدوجہد سے تمدن کی تعمیر کریں۔

حدیث (ضلع) میں عورتوں کے بارے میں جو ارشاد ہوئی ہے اس کا مقصد تمثیل کی زبان میں یہ بتانا ہے کہ عورتوں کی مخصوص فطری ساخت کی بنا پر ضروری ہے۔ کہ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جائے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار مختلف انداز سے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ خود اپنی پوری زندگی میں اس کا مکمل اہتمام کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں رات کی نمازوں میں شریک ہوتی تھیں۔ بعض اوقات ان کے ساتھ ان کے چھوٹے بچے بھی ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ نماز کی اقامت کا بہت خاص اہتمام فرماتے تھے۔ لیکن خواتین کے ساتھ آپ کی رعایت کا یہ حال تھا کہ نماز میں اگر کبھی چھوٹے بچے کے رونے کی آواز آجاتی تو نماز کو جلد ختم کر دیتے۔ حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

انی لاقوم فی الصلوٰۃ ارید ان اطول فیہا فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلاتی کراہیۃ ان اشق علی امہ۔

میں مسجد میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں، یہ چاہتا ہوں کہ اس کو لمبا کروں۔ پھر میں بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں۔ تو میں اپنی نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ اس اندیشہ کی بنا پر کہ میں اس کی ماں کو تکلیف دوں گا۔

(بخاری، کتاب الصلوٰۃ)